اُسوہ

شہید عدالت حضرت علی علیہ السلام کا یوم شہادت

اسلامی احادیث وروایات کے مطابق رمضان المبارک کی ۱۹ویں، ۲۱ویں اور ۲۳ویں تاریخ کو بڑی فضیلت حاصل ہے اور انھیں شب قدر کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ ان راتوں میں عبادت کی عظمت وبزرگی بڑھ جاتی ہے اور شبِ قدر میں کی جانے والی تمام عبادتوں کا ثواب ہزار گنا زیادہ ہو جاتا ہے رمضان المبارک کی ان تاریخوں کے درمیان ایک ایسا عظیم اسلامی حادثہ رونما ہوا جس نے ان مقدس ترین ایام مبارک کی عظمت وبزرگی اور شان وشوکت میں غیر معمولی اضافہ کر دیا اور مکتبِ اہلِ بیتؑ کی پیروی کرنے والوں کی نظر میں ان کی اہمیت اور بڑھ گئی۔ یہ پیغمبرؐ عظیم الشان کے اوّلین یار وجاں نثار اور مذہب اسلام کے عظیم المرتبت مجاہد اور مولائے متقیان حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی دردناک شہادت کا واقعہ ہے۔

علیؑ اس بچے کا نام ہے جس کی ولادت خانۂ کعبہ میں ہوئی اور مولودِ کعبہ کا شرف حاصل ہوا۔ اور علیؑ اس مردِ مجاہد کا نام ہے جسکو خدا کے مقدّس گھر یعنی مسجدِ کوفہ میں شہادت نصیب ہوئی۔

ابھی حضرت علیؑ کی عمر آٹھ برس کی تھی کہ پیغمبرؐ اسلام نے اپنے چچا ابوطالب کی گراں قدر خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے، جو اس زمانے میں کثیر الاعیالی اور دیگر وجوہات کی بنا پر غریبی اور مفلسی کی زندگی بسر کر رہے تھے، اپنے چچازاد بھائی حضرت علیؑ کو اپنے ساتھ رکھ لیا تاکہ عمِ محترم کی ذمّہ داریوں کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے۔ اپنے چچازاد بھائیوں میں حضرت علیؑ کے انتخاب میں کیا راز ورمز پوشیدہ تھا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پیغمبرؐ اسلام ارشاد فرماتے ہیں۔ "میں نے فرزندانِ ابوطالبؑ میں اسکا انتخاب کیا جسے پروردگارِ عالم نے میرے لئے منتخب کیا تھا۔" اس طرح زندگی کے ابتدائی دنوں میں ہی امامِ متقیان کی تقدیر اور ان کا ارادہ پیغمبرؐ کی ذات سے جڑ گیا۔

بعثت کی شب رونما ہونے والے حادثے سے پیغمبرؐ اسلام کے جسم پر تھرتھراہٹ طاری تھی۔ گھر پہنچتے ہی انہوں نے اپنی شریکِ حیات خدیجہ اور علیؑ کے سامنے سارا واقعہ بیان کیا چنانچہ خدیجہ اور علیؑ ابن ابیطالب دونوں ایمان لائے اور مسلمان ہو گئے۔ بعض روایات میں منقول ہے کہ جب حضرت علیؑ نے پیغمبرؐ کی دعوت سنی تو کہنے لگے۔ "پہلے مجھے اپنے والد سے مشورہ کرنا چاہئیے"۔ یہ جملہ ادا کرنے کے بعد حضرت علیؑ ساری رات جاگتے رہے اور صبح ہوتے ہی اسلام قبول کر لیا۔ پیغمبرؐ نے ان سے دریافت کیا کہ اسلام قبول کرنے سے قبل اپنے والد سے مشورہ کیوں نہیں کیا؟ تربیتِ محمدیؐ کے سایہ میں پرورش پانے والے اور کمسنی میں بزرگوں جیسی عقل رکھنے والے اس نوجوان نے جواب دیا۔ "کیا پروردگار نے

مجھے پیدا کرتے وقت میرے والد ابو طالب سے مشورہ کیا تھا کہ آج میں اپنے خدا پر ایمان لانے کے لئے ان سے مشورہ کروں؟"

اسی طرح حضرت امیرؑ المومنین کی فضیلت میں پیغمبرؐ اسلام کی مشہور و معروف حدیث ہے جس میں حضرت علیؑ کی ذاتی خصوصیت کیطرف اشارہ کرتے ہوئے پیغمبرؐ ارشاد فرماتے ہیں: "علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کیساتھ۔ جہاں علیؑ ہیں وہاں سخاوت، عدالت اور مستضعفین کی اعانت کا وجود لازمی ہے۔"

جی ہاں! حضرت علیؑ کی عدالت کا تذکرہ آگیا ہے تو بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علیؑ کی

علیؑ حق کیساتھ ہیں اور حق علیؑ کیساتھ۔ جہاں علیؑ ہیں وہاں سخاوت، عدالت، اور مستضعفین کی اعانت کا وجود لازمی ہے

عدالت نے صدیوں سے لوگوں کو حیرانی میں مبتلا کر رکھا ہے۔ لوگ ان کی عدالت کا تذکرہ سنتے ہی دانت کے نیچے انگلی دبا لیتے ہیں اور دنیا کے مشہور و معروف دانشور حضرت علیؑ کی عدالت کے موضوع پر کتابیں لکھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ انکی عدالت کے سلسلے میں مشہور عیسائی دانشور اور مصنف کا یہ جملہ بہت مشہور ہے۔ وہ اپنی کتاب میں عدالت علیؑ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "یہ عبدالرحمٰن ابن ملجم کی ضربت نہ تھی جس نے علی علیہ السلام کو شہید کر ڈالا۔ بلکہ درحقیقت ان کی عدالت ہی شہادت کا سبب قرار پائی"۔

رسولؐ مقبول کی تربیت میں پروان چڑھنے والا علیؑ عدالت کے اصولوں پر اس قدر ثابت قدم تھا کہ ایک یہودی عورت کی بے حرمتی سن کر غیظ و غضب سے کانپ اٹھتا ہے اور اس کے چہرے سے درد و غم کے ایسے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں جیسے مسلمانوں کا قتل عام ہو گیا ہو۔

حضرت امیر المومنینؑ نے عوام کی امانت و بیت المال کی حفاظت کے سلسلے میں غیر معمولی عدالت کا

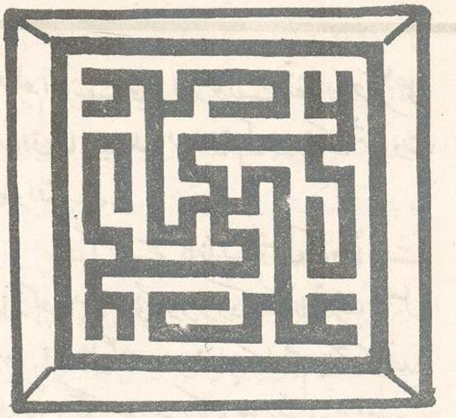

مظاہرہ کیا اور کسی قسم کی معمولی سی خیانت یا جانب داری کے ذریعہ معیاری عدالت کے اصولوں کو مجروح نہیں ہونے دیا۔ بلکہ وہ اپنے اصول عدالت پر اس قدر سختی سے کاربند رہے کہ اپنے بھائی کے ناجائز مطالبے کو بری طرح ٹھکرا دیا اور بیت المال سے ان کی مطلوبہ رقم نہیں دی۔ چنانچہ ان کے بھائی نے ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور ان کی روش عدالت کی وجہ سے دونوں بھائیوں کے آپسی تعلقات ختم ہو گئے لیکن علیؑ جیسے عادل کی صحت پر ان چیزوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

حضرت امیر المومنینؑ کی دوسری خصوصیت ان کا زہد و تقویٰ تھا۔ زہد کا مطلب ہے نفسانی خواہشات سے پرہیز، دنیا کی رعنائیوں سے بے تعلقی اور دنیا کے حسین و دلکش فریب سے اپنی حفاظت کرتے ہوئے سادہ و آسان زندگی بسر کرنا اور علیؑ اس عظیم شخصیت کا نام ہے جس کے پاس مال دنیا میں سے کچھ بھی نہیں تھا وہ دن بھر روزہ رکھتے ہیں اور شام کے وقت سوکھی روٹی و پانی سے روزہ افطار کرتے ہیں۔ ساری رات عبادت الٰہی اور فرائض بندگی میں بسر کرتے ہیں اور دن میں میدان کارزار میں دشمن کے خلاف شاندار جہاد میں مصروف ہو جاتے ہیں اور اپنی مثالی شجاعت سے دشمن کے جسم میں رعشہ پیدا کر دیتے ہیں۔ آپ کی زندگی کچھ ایسی تھی کہ اپنے پانچ سالہ دور خلافت کے اواخر میں انہوں نے اپنے کندھوں پر عظیم اسلامی حکومت کی ذمہ داریوں کو سنبھال رکھا تھا لیکن ان کی ذاتی اور باشرف زندگی کے معیار میں حاکم وقت کی ظاہری ٹھاٹھ باٹ کا گزر نہیں ہو سکا۔ ان کے پاس بعض معمولی وسائل زندگی مثلاً "مٹی کا گھر" پھٹی پرانی بوریوں کا فرش، مٹی کے کچھ برتن اور اس پھٹے ہوئے جوتے کے علاوہ کچھ نہ تھا جسے انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے تیار کیا تھا۔ اسی طرح چند سیاہ درہم کے علاوہ مال دنیا میں سے ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ ان کی روش حکومت ان حکام سے بالکل مختلف تھی جو برسر اقتدار آتے ہی دنیاوی مال و متاع کی ذخیرہ اندوزی میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

عیسائی مصنف سلیمان کتانی نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ حضرت علیؑ کی فضیلتوں کی تحقیق کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اور عرصۂ دراز کی مسلسل تحقیق کے بعد اس نے علیؑ کی انفرادیت شخصیت کا تعارف پیش کرنے کے لئے "امام علیؑ" نامی کتاب لکھی۔ یہ کتاب اس کی برسوں کی تحقیق کا نتیجہ تھی۔ جس میں حضرت علیؑ کی

مدح سرائی کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے "علیؑ اس عدیم المثال بہادر کا نام ہے جس نے پیغمبرؐ اسلام کے شانہ بہ شانہ دشمنوں کے خلاف جنگیں کیں اور ایسے برگزیدہ اور معجزہ آمیز اعمال انجام دیئے کہ تاریخ میں انکی عظمت و بزرگی اور شان و شوکت کا تذکرہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ جنگ بدر کے موقع پر وہ ۲۰ سالہ نوجوان تھے لیکن اپنی شمشیر کی ایک ضربت سے انہوں نے قریش کے نامی گرامی پہلوان کے جسم کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا اور جنگ خیبر کے موقع پر قلعہ یہود کے بھاری بھرکم آہنی دروازہ کو انہوں نے ایک ہی جھٹکے میں اکھاڑ پھینکا۔"

یہ عبدالرحمٰن ابن ملجم لعن کی ضربت نہ تھی جس نے علی علیہ السلام کو شہید کر ڈالا بلکہ درحقیقت ان کی عدالت ہی شہادت کا سبب قرار پائی۔

ان کی عقل و سمجھ، دانائی و دانشمندی اور فکری پیش رفت کا یہ عالم تھا کہ روح اسلام کی معرفت حاصل کرتے ہی انہوں نے دس یا آٹھ سال کی کمسنی میں سب سے پہلے اسلام قبول کر لیا۔

ان کے اخلاص اور شجاعانہ کارناموں کیلئے صرف اس واقعہ کی طرف اشارہ کرنا کافی ہے۔ جب ہجرت کی رات کفّار قریش ننگی تلواریں لئے پیغمبرؐ کے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے تو وہ تنہا شخص تھے جو موت کے خطرے کو گلے لگائے ہوئے تلواروں کی چھاؤں میں پیغمبرؐ کے بستر پر سو گئے۔ انہوں نے یہ قبول کر لیا کہ پیغمبرؐ کی جگہ دشمن انھیں قتل کر ڈالے اور خدا کے رسولؐ پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔ اپنی جان کی بازی لگا کر پیغمبرؐ کی حفاظت کرنا صرف علیؑ کا کام تھا۔

ان کی مروّت، ہمدردی اور جوانمردی کے سلسلے میں صرف اس حقیقت کی یاد آوری کافی ہے کہ اپنی گراں مایہ زندگی کے آخری لمحات میں ابن ملجم جیسے بے رحم کی زہرآلود تلوار سے زخمی ہونے کے بعد نہ صرف یہ کہ انھیں اپنے قاتل پر غصہ نہیں آیا بلکہ انہوں نے اپنا کھانا قاتل کو دیدیا اور اپنے لڑکوں سے یہ خواہش کی کہ اسکے ساتھ زیادہ سختی نہ کریں۔

جی ہاں! ۱۹ رمضان المبارک کی صبح کو سر مبارک پر گہرا زخم کھانے کے بعد اپنے فرزندان کو یہ نصیحت کرتے ہوتے ۲۱ رمضان کو اپنے محبوب حقیقی کی طرف روانہ ہو گئے۔

'خدارا، خدارا۔ قرآن کے بارے میں کہیں ایسا نہ ہو کہ اغیار تو اس مقدّس کتاب کی پیروی کرنے لگیں اور تم لوگ اس کی تعلیمات سے غافل ہو جاؤ......"

حضرت علیؑ اکثر اپنے پروردگار سے شہادت جیسے عظیم شرف کا مطالبہ کیا کرتے تھے۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ میدان جنگ میں دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے انھیں شہادت کا شرف حاصل ہو جائے انھیں بستر پر لیٹ کر موت سے ہم آغوش ہونا ہرگز پسند نہ تھا۔ اسی وجہ سے محراب عبادت میں زہرآلود تلوار سے زخمی ہونے کے بعد انکی زبان سے بے ساختہ یہ کلمات نکل پڑے۔ "فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَة"۔ کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ ●●

یوم ولادت امام حسن علیہ السلام

۱۵ رمضان المبارک سنہ ۳ھ کو آسمانِ ولایت و امامت کے دوسرے اختر تابناک امام حسن علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور ۴۰ھ میں مولائے متقیان حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شہادت کے بعد ۳۷ سال کی عمر میں انہوں نے امّتِ اسلامیہ کی امامت و ہدایت کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر سنبھال لی۔ اس طرح انہوں نے عبادت و بندگی اور طہارت و پاکیزگی نفس کے مہینے میں دنیا کو اپنے وجود کے نور سے منوّر بنا دیا۔

پیغمبر عظیم الشان حضرت محمدؐ نے جب اس مولود مسعود کی ولادت کی خبر سنی تو اپنی پارۂ جگر حضرت فاطمہ (س) کے گھر تشریف لائے اور تبریک و مبارکباد کے بعد ارشاد فرمایا۔

"پروردگار عالم! میں اس بچّے کو اور اسکی اولاد کو تیری سپردگی میں دیتا ہوں اور تیری بارگاہ عالیہ میں درخواست کرتا ہوں کہ انھیں شیطان کے شر سے محفوظ رکھنا۔" اس کے بعد پیغمبرؐ نے انکے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔

حضرت امام حسنؑ مذہب اسلام کی عظیم المرتبت خاتون فاطمہ زہرا (س) اور امام متّقیان علیؑ بن ابیطالب کے پہلے بیٹے تھے۔ پیغمبرؐ اس مولودِ مبارک کی ولادت سے بہت خوش ہوئے اور اس بچّے کا نام حسنؑ رکھا۔ جس کے لغوی معنی ہیں، نیک، خوبصورت اور صاحبِ افتخار۔

امام حسنؑ چھوٹی سی عمر میں ہی اپنے نانا کے ساتھ مسجد جانے لگے اور وہاں کے جملہ پروگراموں میں

شریک رہنے لگے۔ وہ پیغمبرؐ پر نازل ہونے والی آیاتِ قرآنی کو ان کی زبان سے سنتے اور انھیں حفظ کر لیا کرتے تھے۔ بچپن ہی میں انکے چہرے پر روحانی عظمت اور بزرگی کے آثار نمایاں تھے مثال کے طور پر انھیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے گہرا لگاؤ تھا۔ وہ اس ضمن میں اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے کہ کسی مرد مومن کی دل آزاری کئے بغیر اس اہم الٰہی فریضے کی ادائیگی ہو جائے۔

چنانچہ ایک روز امام حسنؑ اپنے چھوٹے بھائی حسینؑ کے ہمراہ مسجد میں داخل ہوئے۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص وضو میں مصروف ہے، مگر اس کے وضو کرنے کا طریقہ درست نہیں ہے۔ ان لوگوں نے اسے وضو کرنے کا صحیح طریقہ بتانا چاہا۔ لیکن انھیں یہ خیال تھا کہ اس شخص کو اس انداز میں مخاطب کیا جائے کہ اسے بُرا بھی نہ لگے اور کام بھی ہو جائے۔ چنانچہ یہ دونوں بھائی آگے بڑھے اور اس پیر مرد سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ "ہم دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ ہم لوگ آپ کے سامنے وضو کرتے ہیں آپ فیصلہ کر کے بتائیے کہ ہم دونوں میں سے کس کا وضو زیادہ صحیح ہے"۔ اس کے بعد ان دونوں نے اس شخص کے سامنے وضو کیا۔ وضو تمام ہوتے ہی وہ بوڑھا آدمی اس بات کی طرف متوجّہ ہو گیا کہ یہ لوگ کیا کہنا چاہتے ہیں لہٰذا اس نے کہا کہ "آپ دونوں بھائیوں کا وضو صحیح ہے، دراصل میرے وضو کرنے کا طریقہ درست نہیں تھا۔ اب آئندہ میں صحیح وضو کیا کروں گا"۔

ابھی ان کی کمسنی کا دور تھا مگر وہ نہایت موثر انداز میں لوگوں سے خطاب کرنے لگے تھے۔ چنانچہ انھیں خاندان نبوی میں فصاحت و بلاغت کا درخشاں آفتاب کہنا مبالغہ نہ ہو گا۔ ان کے فن خطابت کا عالم یہ تھا کہ دشمن بھی ان کی اس صلاحیت کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکا۔

علم اور بردباری امام حسنؑ کی دوسری نمایاں صفت و کرامت تھی اور ناخوشگوار حوادث کے موقع پر غیر معمولی ضبط و صبر کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ تاریخ کا بیان ہے کہ بعض افراد اکثر و بیشتر ان کی شان میں گستاخانہ کلمات کہہ دیا کرتے تھے۔ لیکن وہ معمولی سی ناراضگی ظاہر کئے بغیر ان لوگوں کے ساتھ غیر معمولی شفقت و محبت اور خوش اخلاقی سے کام لیتے تھے ایسے لوگوں کو اپنے گھر مہمان بھی رکھا کرتے تھے اور انکی شاندار خاطر بھی کیا کرتے تھے۔

ادارہ
ماہنامہ راہ اسلام
نواسۂ رسولؐ مقبول و
جگر گوشۂ حضرت بتولؑ
امام حسنؑ
کی ولادت کے موقع پر
تمام مسلمانوں کی خدمت
میں **مبارکباد**
پیش کرتا ہے

ان کا وجود مبارک تمام انسانی عظمتوں کا سرچشمہ نظر آتا تھا۔ وہ سب لوگوں سے بڑی محبت کرتے تھے۔ ان کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اپنی ساری ملکیت تین مرتبہ صاحبِ احتیاج اور کمزور و پسماندہ لوگوں میں تقسیم کر دی تھی اور متعدد بار انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنا سب کچھ لٹا دیا تھا۔ اپنی زندگی کے دوران انہوں نے ۲۵ مرتبہ خانۂ کعبہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور سواری موجود ہوتے ہوئے بھی انہوں نے پیدل اور ننگے پیر خانۂ کعبہ کا سفر کیا تھا تاکہ بارگاہِ خداوندی میں ان کا یہ عمل قبولیت حاصل کرے اور اس کے عوض میں پروردگار کی طرف سے ملنے والے اجر میں کچھ اضافہ ہو جائے۔ زہد و تقویٰ و پرہیز گاری کے سلسلے میں لوگوں کی زبان پر ہر وقت ان کا چرچا رہا کرتا تھا اور انکی سخاوت کی کوئی مثال نظر نہیں آتی تھی۔ فقراء و مساکین کی ہم نشینی اور ان کے ساتھ انتہائی محبّت و خوش اخلاقی کا مظاہرہ ان کے فضائل اور اخلاقی صفات کا بنیادی پہلو تھا۔ چنانچہ اکثر روایات میں ملتا ہے کہ فقراء و مساکین کیساتھ کھانا کھانا انھیں بہت پسند تھا جب کبھی وہ فقیروں کو کھانا کھاتے دیکھتے تھے تو سواری سے اُتر کر ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاتے تھے۔

یہ تمام اخلاقی صفات انھیں اپنے جد بزرگوار پیغمبرِ اسلامؐ سے میراث میں حاصل ہوئے تھے۔ چھٹے امام حضرت جعفر علیہ السلام سے مروی ہے کہ "امام حسنؑ اپنے دور کے سب سے بڑے عبادت گزار شخص تھے۔ ان کے تقویٰ اور پاکیزگیٔ نفس کا یہ عالم تھا کہ وہ اکثر موت اور قیامت کی یاد میں بڑی دیر تک گریہ کیا کرتے تھے"۔

امام حسنؑ اپنے عقائد اور سماجی نظریات کو بیان کرنے میں ذرّہ برابر ہچکچاہٹ نہیں محسوس کرتے تھے۔ وہ اسلامی مقاصد کی تبلیغ و اشاعت میں کسی کا خوف محسوس نہیں کرتے تھے بلکہ اس راہ میں اکثر غیر معمولی شجاعت اور جانثاری سے کام لیتے تھے اور آخر کار اسی مقدّس راہ میں شہادت سے ہم آغوش ہو گئے، اپنے والد حضرت علیؑ بن ابی طالب کی طرح خدا کی راہ میں شہادت حاصل کرنا ان کی دلی خواہش تھی چنانچہ بڑے ذوق و شوق سے انہوں نے شہادت کا استقبال کیا۔ ●